عائلی زندگی اور مہر۔ایک جائزہ

مسز شاہدہ پروین *

انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے وہ اکیلا معاشرے میں زندگی بسر نہیں کرسکتا۔اسلام دین فطرت ہے۔اس نے انسان کے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کا باقاعدہ انتظام کیا اور اسکے اخلاق وعفت کی حفاظت وصیانت کے لیے احکام دیے۔جو عائلی احکام کے نام سے موسوم ہیں۔نکاح عائلی زندگی کی خشت اول ہے۔اللہ تعالیٰ نے نکاح کو زوجین کے مابین مودت ورحمت کا باعث قرار دیا ہے۔ازدواجی رشتہ کے آغاز سے ہی اسلام عورت کی کفالت کا بار مرد کے کندھوں پر ڈالتا ہے جس کی پہلی قسط کو مہر کہا جاسکتا ہے دراصل مہر مرد کے لیے ایک عملی یاددہانی ہوتا ہے کہ جس عورت سے وہ اس وقت رفاقت کا عہد باندھ رہا ہے آخر دم تک اس کی ساری ضروریات زندگی اسے فراہم کرنا ہوں گی۔اس کے ساتھ ساتھ یہ مرد کی طرف سے عورت کے تئیں الفت اور یگانگی کا اظہار بھی ہے۔[1]

مہر کی تعریف

لغوی معنوں میں مهراً المرأة اعطاها او جعل لها مهراً .الصداق وهو ما يجعل للمراة من المال تنتفع به شرعاً وتنفقه معجلاً او موجلاً. [2]

یعنی مہر یا صداق وہ مال ہے جو عورت سے شرعی فائدہ اٹھانے پر دیا جائے جو جلدی یا تاخیر سے ادا کیا جائے۔

الصداق: صداق المراة سمى ذلك لقوته وانه حق يلزم ويقال صداق وصدقه وصدقه. [3]

لغت میں صداق کے معنی اظہار رغبت کے لیے مال خرچ کرنے کے ہیں۔[4]

اصطلاحاً مہر وہ مال ہے جو نکاح یا تعلق کی بنا پر مرد کو ادا کرنا پڑتا ہے۔

ابن الاثیر لکھتے ہیں۔

صداق هي جمع صدقه وهو مهرا المرأة ومنه قوله تعلّى اتو النساء صدقا

---

*لیکچرار،شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

تھن نحلة وفی راویة لا تغالو ا فی صدق النساء. ۵

ابن قدامہ نے مہر کے نو نام بیان کیے ہیں۔

الصداق، والصدقة، والمهر، والنحلة، والفريضة، والاجر، والعلائق، والعقر والحباء. ۷

محمد محی الدین عبدالحمید نے ان کے علاوہ دو اور نام ''طولا'' اور ''نکاحا'' کا بھی ذکر کیا ہے۔ ۸ ان میں سے نحلة ۹ فریضة ۱۰ الصدقة ۱۱ اجر ۱۲ طولا ۱۳ اور نکاحا ۱۴ قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں المهر ۱۵، العليقة ۱۶، العقر ۱۷ اور الصدقة ۱۸ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ احادیث میں مفرد اور جمع دونوں الفاظ مستعمل ہیں۔ لیکن عوام میں اس مقصد کے لیے مہر ہی مشہور ہے۔ مہر کے لیے مستعملہ تمام الفاظ کو مدنظر رکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مہر وہ مالی تحفہ ہے جو خوشدلی کے ساتھ شوہر اپنی رفیق سفر کو پیش کرتا ہے اور یہ ازدواجی مودّت کا باعث بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وجعل بینکم مودہ ورحمۃ ۔ ۱۹ کی خوشخبری دی ہے۔

مہر اور کتاب ہدایت

اللہ بزرگ و برتر نے سورہ نساء کی پہلی آیت میں ہی ازدواجی زندگی کو اپنی نشانی قرار دیا اور اگلی آیات میں ازدواجی زندگی کی تشکیل بذریعہ نکاح کا حکم دیا اور اس کے بعد نکاح کے ذریعے عورت کو ملنے والے مالی فائدہ کا تذکرہ کچھ آیات میں بلاواسطہ اور کچھ میں بالواسطہ کیا قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

واتو النساء صدقا تھن نحلة. ۲۰

اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو۔

یہاں صیغہ امر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مہر ایک ایسا فریضہ ہے جو خوشدلی سے ادا کرنا لازم ہے کیونکہ ''امر یقتضی ظاہرہ الایجاب۔ ۲۱ امر اپنے ظاہری معانی میں وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ لفظ صدقہ کے بارے میں ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

وسمی به لانه یظهر به صدق میل الرجل الی المراة. ۲۲

یعنی مہر کو صداق اور صدقہ اس لیے کہتے ہیں کہ صدق کے اس مادہ میں سچ کے معنی ہیں اور مہر سے بھی چونکہ شوہر کا اپنی بیوی کی طرف سچا میلان ظاہر ہوتا ہے اس لیے اس مناسبت سے مہر کو صداق کہنے لگے۔ عہد جاہلیت میں عورت کا مہر یا تو اس کے اولیاء وصول کرتے تھے یا اگر کہیں شوہر کو دینا بھی پڑ جاتا تو بہت تلخی کے ساتھ بادل ناخواستہ دیتا تھا۔ اس لیے یہاں خطاب شوہر سے بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ محمو آلوسی نے ذکر کیا ہے۔

"والخطاب علی ما ھوا المتبا درللازواج ،والیہ ذھب ابن عباسؓ وجماعة واختارہ الطبری والجبائی. ۲۳

اور خطاب اولیاء سے بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اگر مہر وصول کریں تو پھر بھی یہ عورت کا حق اسے ہی دیا جائے اور اس کی مرضی کے بغیر یا جبراً معاف نہ کروایا جائے۔

ابن العربی لکھتے ہیں۔

"ان المرادبہ الاولیاء". ۲۴

یہاں اولیاء مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

واحل لکم مارو آ ء ذلکم ان تبتغو اباموالکم محصین. ۲۵

ان تبتغو ا باموالکم کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں۔

ان تبتغو االنساء باموالکم بالصرف فی مھورھن. ۲٦

مال کے ذریعے عورتوں کا چاہنا یہ ہے کہ مال ان کے مہر کی ادائیگی میں صرف کیا جائے۔

اور اس مال سے مراد مالِ مہر ہے یا ملکِ یمین کی قیمت۔ ۲۷

محرمات کے علاوہ جو عورتیں ہیں وہ چار شرطوں کے ساتھ حلال ہوتی ہیں ان میں سے ایک مال کا پایا جانا یعنی مہر ہے جو "ان تبتعو اباموالکم" کا لفظ بتاتا ہے۔ ۲۸

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فاتوھن اجورھن فریضة. ۲۹

سوانہیں ان کے طے شدہ مہر دے دو۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا۔

وقد فرضتم لهن فريضة. ۳۰

اور تحقیق تم ان کے لیے کچھ مہر مقرر کر چکے ہو۔

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم. ۳۱

درج بالا آیت سے فقہاء نے شرعی نکاح کے لیے مہر کو لازم ٹھہرایا ہے کیونکہ اس میں بالصراحت لفظ فرضیت وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی نکاح بغیر مہر کی تعیین یا اسکے اظہار کے ہوا ہو تو بالاتفاق اس صورت میں بھی مہر مثل واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر فریقین نے بالصراحت پر مردوں کی فوقیت کا سبب بھی مالی ذمہ داریاں ہیں فرمایا۔

وللرجال عليهن درجة. ۳۳

اور مردوں کو ان (عورتوں) کے اوپر فضیلت حاصل ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔ مرتبہ میں تفوق کا سبب یہ بھی ہے کہ مرد کے ذمہ کچھ فرائض ہیں۔

وهي التزام المهر والنفقة. ۳۴

یعنی وہ مہر اور نفقہ کا لزوم ہے۔ قوامیت رجال کا ایک سبب ادائیگی مہر اور نفقہ بھی ہے فرمایا۔

وبما انفقوا من اموالهم. ۳۵

اس سبب سے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔ یہ قوامیت انہیں مال کے سبب بھی حاصل ہے جو وہ عورتوں کے مہر کے طور پر خرچ کرتے ہیں۔ ۳۶ فخر الدین رازی لکھتے ہیں ''**امر الله الرجال ان يدفعوا اليهن المهر ويدروا اليهن النفقة** ۔ ۳۷ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا کہ وہ عورتوں کو مہر اور نفقہ ادا کریں۔ ۳۷

علامہ قرطبی درج بالا آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ جب مرد عورت کا نفقہ ادا کرنے سے

عاجز ہوتو ہواس پر قوام نہیں رہے گا جب وہ اس پر قوام نہ رہے تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار مل جاتا ہے گویا اس لحاظ سے نفقہ وکسوہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہونا فسخ نکاح کی ایک واضح دلیل ہے۔ ۳۸

مہر اور سنت رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مہر کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نکاح مہر کے بغیر نہیں ہوا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا یھا النبی انا احلکنا لک ازواجک اللاتی اتیت اجورھن. ۳۹

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم نے تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں حلال کیں جنہیں تم مہر دو۔

امام کاسانی لکھتے ہیں کہ یہاں اجر سے مراد مہر ہے۔ ۴۰

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا تو ان کو بیس جوان اونٹنیاں بطور مہر دی تھیں۔ ۴۱

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا مہر چار سو درہم تھا۔ ۴۲

عن ابی سلمہ بن عبدالرحمن انہ قال سئلت عائشہ رضی اللہ عنھا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کم کان صداق رسول اللہ؟ قالت کان صداقۃ لازواجہ اثنتی عشرۃ اوقیہ ونشاً قالت اتدری ماالنش؟قال :قلت لا قالت نصف اوقیہ فتلک خمس مائۃ درھم فھذا صداق رسول اللہ لا زواجہ. ۴۳

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا رسول اللہ (کی ازواج مطہرات) کا مہر کیا تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ بارہ اوقیہ اور ایک نش۔ پھر حضرت عائشہؓ نے پوچھا جانتے ہو نش کتنا ہوتا ہے۔ ابوسلمہؓ نے کہا نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا نصف اوقیہ اور یہ سارا پانچ سو درہم بنتا ہے۔ یہ نبی کریمؐ کی ازواج مطہرات کا مہر تھا۔

نجاشی حبشہ نے حضرت ام حبیبہؓ کا نبی اکرم ﷺ سے نکاح کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار ہزار درہم مہر مقرر کیا۔ ۴۴

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں۔

وتسن تسمية المهر فی العقد لا نه لم یخل نکاحا عنه. ۴۵

گویا یہ بات سنت ہے کہ نکاح میں مہر ہوگا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نکاح اس سے خالی نہ تھا۔

مہر کی فقہی حیثیت

مہر کی حیثیت کے تعین میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ فقہاء کا موقف ہے کہ مہر بدل البضع یعنی عضو کا بدلہ ہے جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک یہ عورت سے جسمانی استمتاع کا بدل نہیں ایک فرض ہے جو عورت کے لیے عزت وشرف کا اظہار ہے۔ جو فقہاء مہر کو بدل البضع قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک نکاح میں مہر کی وہی حیثیت ہے جو بیع میں قیمت کی ہے۔

صاحب عنایہ نے مہر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے **ھو المال الذی یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلة منافع البضع اما بالتسمیة او بالعقد** ۔۴۶

مالکیہ کے ہاں بھی مہر بیوی سے استمتاع کا بدلہ ہے۔

بانه ما یجعل للزوجة فی نظیر الاستمتاع بها. ۴۷

حنابلہ نے بھی اسے عوض قرار دیا۔

بانه العوض فی النکاح. ۴۸

مہر کو جسمانی منفعت کا بدل قرار دینے والے فقہاء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

فاتوھن اجورھن فریضة. ۴۹

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مہر شرمگاہ کا بدل ہے کیونکہ جو چیز منفت کے مقابل ہو اسے ہی اجر کہا جاتا ہے۔ ۵۰ اور اس آیت میں اجر ادا کرنے کو کہا گیا ہے۔

فقہاء کا دوسرا گروہ اسے جسمانی لذت کا بدلہ قرار دینے کی بجائے عطیہ اور فرض قرار دیتا ہے اور بدلہ سے زیادہ وسیع تر مفہوم مراد لیتا ہے۔

برہان الدین مرغینانی لکھتے ہیں۔

المھر واجب شرعا ابانة لشرف المحل. ۵۱

مہر شرعاً واجب ہے اس لیے کہ محل نکاح کے شرف کا اظہار ہو۔

امام جصاص لکھتے ہیں۔

الزوج لا یملك بدله شیئاً لان البضع فی ملك المراة بعد النکاح کهو قبله. ۵۲

عورت کی شرمگاہ نکاح ہونے سے شوہر کی ملک نہیں بن جاتی بلکہ وہ اسی عورت کی ملک ہوتی ہے جیسی نکاح سے پہلے تھی۔

ان فقہاء نے سورہ نساء کی آیت نمبر چار سے استدلال کیا ہے کہ نحلہ کے لغوی معنی **العطیة الخالیة من العوض** ۵۳ ایسا عطیہ جو کسی قسم کے عوض سے خالی ہو کے ہیں۔

علامہ کاسانی اس بارے میں رقم طراز ہیں۔

کہ ملک نکاح بذاتہ مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے کچھ اور مقاصد کا حصول مقصود ہے اور وہ مقاصد دوام نکاح سے حاصل ہو سکتے ہیں اور دوام حاصل ہوگا نفس عقد کے ساتھ مہر واجب ہونے سے کیونکہ زوجین کے مابین ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن سے خاوند طلاق پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ سو اگر نفسِ عقد سے مہر واجب نہ ہو تو خاوند معمولی ناراضگی کی صورت میں بھی اس تعلق کو توڑنے کی پرواہ نہیں کریگا۔ کیونکہ مہر لازم نہ ہونے کی وجہ سے تعلق توڑنا اس پر شاق نہیں ہوگا۔ تو اس طرح نکاح سے مقاصد مطلوبہ حاصل نہیں ہوتے نیز اس لیے کہ نکاح کے مصالح اور مقاصد زوجین کے درمیان موافقت سے حاصل ہوتے ہیں اور موافقت تب ہوگی جب بیوی خاوند کی نظروں میں معزز ومکرم ہو اور دل میں اس کی قدر ہو۔ اور قدر تب ہوگی جب اس کے حصول کے لیے خاوند کو خاطر خواہ مال خرچ کرنا پڑے، کیونکہ جس چیز کا حصول مشکل ہو اس کی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے نکاح میں مہر ہونا ضروری ہے لہذا مہر منفعت کا بدلہ ہی نہیں بلکہ نفس عقد بھی اس کا سبب ہے۔ بعض صورتوں میں مثلاً قبل از رخصتی طلاق دینے کی صورت میں، اگر مہر مقرر ہے تو بدون حصول منفعت بھی اس کے نصف کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے ۵۴۔ مہر کی حیثیت بنیادی طور پر ایک لازمی ہدیے کی ہے نہ کہ معاوضے کی اس حقیقت کا ثبوت خود شرع میں موجود ہے۔ قیمت اور معاوضہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں صاحب معاملہ اپنی مرضی سے ساقط کر دینے کا پورا اختیار رکھتا ہے لیکن مہر کو ساقط ٹھہرا دینے کا اختیار خود

عورت کو بھی نہیں ہے اور جو نکاح مہر نہ دینے کی شرط سے کیا جائے وہ سرے سے منعقد ہی نہ ہوگا ابن رشد لکھتے ہیں **انه لایجوز التراضی علی اسقاطه۔**[۵۵]

یعنی فریقین اس کو باہمی رضامندی سے ساقط نہیں کر سکتے۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ عقد نکاح کی نوعیت معاملہ بیع سے اور مہر کی حیثیت زر ثمن سے جوہری طور پر مختلف ہے۔[۵۶]

مولانا عبدالماجد دریابادی نے بہت وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو کھول کر بیان کیا ہے کہ صداق یا مہر شریعت اسلامی میں بی بی کی وہ قیمت نہیں جو شوہر اس کے اولیاء کو دے کر ان سے بے بی حاصل کرتا ہے۔ بلکہ مہر بطور ایک نذرانہ کے لیے جو شوہر بغرض اکرام واعزاز براہ راست بی بی کو پیش کرنا اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے۔[۵۷]

تحدید مہر

مہر کی مقدار کے ضمن میں دو سوال سامنے آتے ہیں۔

۱۔ کیا زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر ہے؟

۲۔ اس کی کم از کم مقدار کیا ہے؟

کثیر مقدار مہر کی حیثیت

جہاں تک مہر کی زیادہ مقدار کا تعلق ہے تو کتاب وسنت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں کتاب اللہ میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احد اهن قنطار آ فلاتا خذوا منه شیا.[۵۸]

اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کر لو تو اگر چہ تم (پہلی بیوی) اس کو ڈھیر مال ہی کیوں نہ دے چکے ہو اس سے کچھ واپس نہ لو۔ اسی طرح

ان تبتغو ا باموالکم. [۵۹]

میں مال کا مطلق ذکر کیا گیا یعنی مقید مقدار نہیں بتائی گئی۔

سنت رسول ﷺ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ کچھ ازواج مطہرات کے مہر زیادہ تھے کچھ

کے کم جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔حضرت عمرؓ نے تحدید مہر کا ادارہ کیا تو مجمع میں سے ایک خاتون نے اتیتم احداھن قنطاراً کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ کو ایسا کرنے کا اختیار حاصل نہیں تو آپؓ نے فرمایا امراۃ اصابت ورجل اخطا۔٦٠

عورت نے درست بات پالی اور مرد نے غلطی کی۔

حضرت عمرؓ نے خود بھی زیادہ مہر دیا۔

وروی ابو حفص با سنادہ ان عمرؓ اصدق ام کلثوم ابنۃ علیؓ اربعین الفاً. ٦١

ابوحفص نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم بنت علیؓ کو چالیس ہزار درہم مہر دیا۔

لیکن اس اجازت کے ساتھ ساتھ کثیر مقدار مہر کے بارے میں اظہار پسندیدگی نہیں کیا گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا۔

الزمو االنساء الرجال ولا تغالو ا فی المھور. ٦٢

عورتوں کو مردوں کے پلے باندھنے کی کوشش کرو اور مہر میں حد سے نہ بڑھو۔رسول مکرم ﷺ نے کم خرچ والی شادی کو زیادہ بابرکت قرار دیتے ہوئے فرمایا۔**ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ موونۃ۔**٦٣

اس بات پر کسی کا اختلاف نہیں کہ زیادہ مہر کی کوئی حد بندی نہیں ہے۔

لیس للمھر حد اقصی بالاتفاق. ٦٤

ابن رشد لکھتے ھیں .اما قدرہ فانھم اتفقو ا علی انہ لیس لا کثرہ حد. ٦٥

جہاں تک مقدار مہر کا تعلق ہے پس سب فقہا کا اتفاق ہے کہ زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں۔

کم از کم مقدار مہر

کم از کم مقدارِ مہر کے بارے میں فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ایک جماعت اسکی قائل نہیں کہ مہر کی کم از کم مقدار مقرر ہے۔امام شافعیؒ،امام احمد بن حنبل،امام اسحاق امام ابوثور اور تابعین میں سے فقہا مدینہ کا نقطہ نظریہ ہے۔**ان الصداق غیر مقدر لااقلہ ولا اکثر بل کل ما**

كان مالا جاز ان يكون صداقا۔ ٦٦

مہر کی کم یا زیادہ مقدار متعین نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو مال ہو سکتی ہے اس کو بطور مہر دینا جائز ہے۔ ان کی دلیل کتاب اللہ سے یہ مراد ہے کہ سورۃ النساء میں ''**ان تبتغو بـاموالكم**'' میں مال کا ذکر مطلق ہے ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں ''**فلم يقدره الشرع فيعمل به على اطلاقه**''۔ ٦٧

یعنی شرع نے مال کا ذکر مطلق کیا ہے لہذا اس کے اطلاق پر ہی عمل کیا جائے گا۔ اور ان احادیث سے استدلال کیا ہے۔ التمس ولوخاتما من حدید۔ ٦٨ تلاش کر خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو اور نبی فزارہ کی خاتون جس نے نعلین پر شادی کی تھی اس کی رضامندی پر اسکی شادی کو جائز قرار دیا۔ ٦٩ آپ ﷺ نے فرمایا۔

من اعطى فى صداق امراة مل كنيه سويقا اوتمرا فقد استحل. ٧٠

جس نے عورت کے مہر میں مٹھی بھر ستو یا کھجوریں دیں اس نے عورت کو اپنے اوپر حلال کرلیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''**ادوا العلائق قالوا وما العلائق''. قال :ما تراضى عليه الاهلون. ٧١**

مہر ادا کرو پوچھا کہ اے اللہ کے رسول مہر کیا ہے فرمایا جس پر گھر والے اور بیویاں راضی ہو جائیں۔

اسی مفہوم سے ملتی جلتی دیگر احادیث سے استدلال کیا۔ وہ فقہاء جو تحدید مہر کے قائل ہیں وہ سعید ابن جبیر، ابراہیم النخعی، ابن شبرم، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ ٧٢

امام ابوحنیفہ کے ہاں کم از کم مقدارِ مہر ١٠ درہم، ٥ درہم یا چالیس درہم ہیں۔ ٧٣

انہوں نے **لا مهر اقل من عشرة دراهم** ۔ ٧٤ دس درہم سے کم مہر نہیں، سے استدلال کیا ہے۔ امام مالک نے چوتھائی دینار سونا، یا تین درہم چاندی کے یا ان کے وزن کے برابر چاندی کو کم از کم مہر قرار دیا۔ ٧٥

اقسام مہر

مہر کے تعین کے لحاظ سے دو اقسام ہیں۔

المهر عند الفقهاء نوعان مهر مسمى ومهر المثل. ٧٦

فقہاء کے ہاں مہر کی دو اقسام ہیں مہر مسمی اور مہر مثل۔

مہر مسمی

فھو ماسمی فی العقداء أ و بعدہ بالتراضی. ۷۷

مہر مسمی سے مراد وہ مہر ہے جو بوقت نکاح متعین ہو یا بعد میں زوجین کی رضامندی سے مقرر کیا جائے۔

علامہ جصاص لکھتے ہیں۔ **التسمیۃ الموجودۃ فی العقد ۔۷۸**

یعنی وہ مہر جو عقد (باقاعدہ نکاح) سے واجب ہوتا ہے اسے طے شدہ مہر یعنی مہر مسمی کہا جاتا ہے۔

مہر عقد نکاح کے وقت بھی طے ہو سکتا ہے اور اس کی تعین بعد نکاح بھی ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم. ۷۹

(اگر چھونے سے قبل طلاق دینا چاہو) اور تم مہر مقرر کر چکے ہو تو اس مقرر کردہ مہر کا نصف ادا کرنا لازم ہوگا۔

لفظ فرضتم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مہر کا تعین ہو چکا ہے۔

مہر کے تعین کے بغیر بھی نکاح کی اجازت قرآن کریم سے ثابت ہے۔

لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضو لھن فریضۃ. ۸۰

تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے کہ اگر تم عورتوں کو صحبت سے قبل یا مہر مقرر کرنے سے قبل طلاق دو۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مہر مقرر کیے بغیر شوہر بیوی کو طلاق دے سکتا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عقد نکاح میں مہر مقرر نہیں کیا گیا۔

مہر مثل

اگر عقد کے وقت کچھ طے نہ ہوا ہو تو اسے مثل کہتے ہیں۔۸۱

علامہ جصاص لکھتے ہیں۔ **ان العقدا ذا خلا من التسمیۃ بوجب مھر المثل ۔۸۲**

اگر عقد میں مہر کا ذکر نہ ہو تو مہر مثل واجب ہوگا۔

مہر مثل امثال واقران کے مہر کو کہتے ہیں جو اس عورت کے مثل عورت کا مقرر ہوا ہو۔۸۳

نکاح کے وقت فریقین مہر طے نہ کر سکیں تو نکاح کے بعد بھی طے کیا جا سکتا ہے۔

عن عبداللہ ابن مسعودؓ فی رجل تزوج امرأۃ فمات عنھا،ولم یدخل بھا،ولم یفرض لھا الصداق فقال لھا الصداق کاملاً وعلیھا العدۃ ولھا المیراث فقال معقل بن سنانؓ سمعت رسول اللہ قضی بہ فی بروع بنت واشق۔ ۸۴

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور مر گیا عورت سے ہم بستری کی نہ مہر طے کیا۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ عورت کے لیے پورا مہر ہے اس پر عدت بھی ہے اور وراثت میں اس کا حصہ بھی حضرت معقل بن سنانؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو بروع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

احناف کا مہر مثل کے بارے میں نقطہ نظر یہ ہے''یہ وہ مہر ہے جو عقد کے وقت عورت کے باپ والی طرف سے عورتوں مثلاً بہن، پھوپھی یا چچازاد کے مہر کو مدنظر رکھتے ہوئے دیا جائے یا عورت کے شہر اور زمانے کے رواج کے پیش نظر دیا جائے''۔۸۵

سب فقہاء کے نزدیک مہر مثل کے تعین کے لیے'' دین ''مال،خوبصورتی ،عقل، ادب،عمر،کنواری یا شادی شدہ ہونا،شہر کے رواج اور حسب ونسب تمام باتوں کا اعتبار کیا جائے گا۔۸۶

فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مہر مثل کے تعین میں ان عورتوں کے شوہروں کے حسب اور مال کو بھی دیکھا جائے گا۔۸۷ لیکن اگر عورتوں میں کچھ ذاتی اوصاف ہوں تو ان کا بھی لحاظ کیا جانا چاہیے۔

مہر مسمی کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں۔(الف)۔مہر معجّل (ب) مہر موجل

معجّل کا لفظ عجلت یعنی جلدی سے ماخوذ ہے۔لہذا مہر معجّل وہ ہوگا جو فوری ادا کر دیا جائے گا اور موجل اجل یعنی وقت مقررہ یا مہلت سے ماخوذ ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں۔**ویجوز ان یکون الصداق معجلا و موجلا وبعضہ معجلا و بعضہ موجلا۔**۸۸

یہ جائز ہے کہ مہر معجّل ہو یا موجل ہو یا کچھ مہر معجّل اور کچھ موجل ہو۔

مہر معجّل کی فوری ادائیگی ضروری ہوتی ہے اگر ادا نہ کیا جائے تو عورت شوہر کو استمتاع سے روک سکتی ہے برہان الدین مرغینانی لکھتے ہیں۔ **وللمراۃ ان تمنع نفسھا حتی تاخذ المھر۔** ۸۹

عورت مہر کی وصولی سے پہلے شوہر کو اپنے نفس سے روک سکتی ہے۔ مہر موجل بھی ہو سکتا ہے مہر ایک دین ہے جو شوہر کے ذمے ادا کرنا لازم ہے۔ علامہ کاسانی لکھتے ہیں کہ النساء:۴ ''نحلۃ'' جیسا کہ بمعنی عطیہ آتا ہے بمعنی دین بھی آتا ہے کہا جاتا ہے۔ مانحلتک؟ یعنی تمہارا دین کیا ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ عورتوں کے مہر دین سمجھ کر ادا کرو۔ ۹۰

لہذا ''عقد سے مہر واجب ہو کر خاوند کے ذمے دین ہو گیا ہے''۔ ۹۱ اب عورت اگر چاہے تو اپنے اس قرض کی وصولی کے لیے مرد کو مہلت دے دے لیکن یہ تاجیل دو باتوں کے ساتھ مشروط ہو۔

اول: یہ مدت معلوم ہو۔ اگر مدت مجہول ہو جیسے موت یا جدائی کی صورت میں ہو تو جائز نہیں۔

ثانی: بہت زیادہ یعنی معینہ مدت پچاس سال یا اس سے زیادہ نہ ہو۔ ۹۲

اسی نقطہ نظر کی تائید کرتے ہوئے مولانا مودودی رقم طراز ہیں۔ مگر آج کل مہر موجل کا مفہوم یہ ہو گیا کہ نکاح کے وقت ہزاروں لاکھوں کی دستاویز یہ سمجھ کر لکھ دی جاتی ہے کہ کون لیتا ہے کون دیتا ہے۔ گویا ابتداء سے ہی ادا کرنے کی نیت نہیں ہوتی۔ حالانکہ اس نیت کے ساتھ جو نکاح کیا جائے وہ عنداللہ فاسد ہے۔ حقیقی مہر موجل وہ ہے جس میں واضح طور پر مدت کا تعین کیا گیا ہو کہ مرد اتنی مدت میں اسے ادا کرے گا اور جس مہر کی قرارداد میں مدت کا تعین نہ ہو وہ عندالطلب کی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے ان فقہاء سے سخت اختلاف ہے جو ایسے مہر کو شوہر کی وفات کے بعد واجب الادا بناتے ہیں۔ گویا نکاح تو شوہر کرے اور مہر اس کے وارثوں پر عائد ہو۔ یہ چیز آیات قرآنی کی روح کے بالکل خلاف ہے اور اس فتوے کے لیے قرآن وسنت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ ۹۳ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے مہر کی اقسام ثلاثہ کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں۔

کہ مہر کی تین قسمیں ہیں۔

۱) مہر موجل یعنی وہ مہر جو عورت کو پیشگی دیا جائے یا پیشگی دیا جانا طے پائے۔اس صورت میں عورت کو اختیار ہوتا ہے کہ جب تک اسے مکمل مہر وصول نہ ہو وہ خود کو مرد سے جدا رکھ سکتی ہے اس دوران میں نان ونفقہ بھی مرد کے ذمہ دار ہوگا۔

۲)۔ مہر موجل جس کی ادائیگی کی ایک میعاد مقرر کی جائے۔مثلاً سال یا دو سال وغیرہ یہ مہر اس طرح واجب الادا ہوتا ہے۔

۳)۔ مہر موخر جو بوقت طلب لازمی ہوتا ہے۔۹۴

مہر عند الطلب یا مہر موخر کے بارے میں غور طلب بات یہ ہے کہ کیا ہمارے معاشرے میں اختلاف کے سوا اس مہر کی ادائیگی کی کوئی عملاً صورت ہے۔کیا بیوی کے مہر طلب کرنے پر شوہر کے دل میں اس کی عزت اور محبت باقی رہے گی؟ بلکہ اس بات کا زیادہ امکان پایا جاتا ہے کہ مہر مطلب کرنا اختلاف اور ناچاقی کا باعث بن جائے۔اس لیے عورت مجبوراً اپنے اس حق کے بارے میں خاموشی اختیار کریگی۔

پاکستانی کرنسی میں کم از کم مقدار مہر

مہر کی مقدار معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ درہم کا وزن رائج الوقت اعشاری نظام کے مطابق معلوم ہو۔چونکہ درہم کا وزن ہر دور اور زمانے میں ایک نہیں رہا بلکہ کم وبیش ہوتا رہا ہے۔شیخ محمود خطاب نے کتاب الدین الخالص میں لکھا ہے کہ مثقال اور دینار ۴۴۔۴ گرام کے برابر ہے۔او رمصر کے بنک الناصر کی زکوۃ کمیٹی کی طرف سے جو کتابچہ شائع کیا گیا اس میں مثقال اور دینار کو ۴۶۔۴ گرام کے مساوی قرار دیا گیا۔اور سید سابق نے فقہ السنہ میں لکھا ہے کہ بیس دینار اٹھائیس مصری درہم کے برابر ہیں اور جس درہم کا حدیث شریف میں ذکر ہے اس کا وزن ۱۲۔۳ گرام ہے۔۹۵

گویا احناف کے مطابق کم از کم مقدار مہر ۲۰۔۳۱ گرام چاندی ہوگی اور مالکیہ کے مطابق ۳۶۔۹ گرام یا ۶۰۔۱۵ گرام چاندی ہوگی۔

پاکستان میں مقبول عام ''شرعی'' مہر کی حیثیت

یہ بات انتہائی افسوس ناک ہے کہ ہم نے شادی بیاہ کو جو صرف معاشرتی معاہدہ ہی نہیں

بلکہ مذہبی حیثیت بھی رکھتا ہے جس کے بارے میں قرآنی احکامات کا اختتام عمومی طور پر ''اتقوا اللہ'' یعنی اللہ سے ڈرو پر ہوتا ہے۔ رسوم و رواج کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ کپڑے زیور، بناؤ سنگھار کی اشیاء اور ڈھول تماشے پر ہم دل کھول کر لٹاتے ہیں لیکن جہاں مہر کا معاملہ سامنے آتا ہے تو عدل وتوازن کو برسرِ طاق رکھتے ہوئے افراط یا تفریط کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ عمومی طور پر مہر کے ساتھ ادائیگی کا تصور کم ہی وابستہ رکھا جاتا ہے افراط یہ کہ بعض اوقات لڑکی کے اولیاء کی طرف سے انتہائی کثیر مہر کی فرمائش کی جاتی ہے جو لڑکے کی بساط سے باہر ہوتا ہے یا رسومات پر خرچ کرنے کے بعد اتنی رقم نہیں بچتی جس کی بنا پر حقیقی مہر اور دکھلاوے کا مہر فرق ہوتے ہیں مثلاً دستاویز نکاح میں مہر دولاکھ روپے درج ہوتا ہے اور حقیقت میں دو ہزار روپے ہوتا ہے۔ ایسا کرنا شرعاً غلط ہے امام کاسانی لکھتے ہیں۔ جو مہر محض شہرت اور دکھلاوے کے لیے باندھا گیا ہو۔ دکھلاوا یا تو قدر مہر میں ہوگا یا جنس مہر میں۔ اگر دکھلاوا قدر مہر میں ہے مثلاً علیحدگی میں تو یہ طے کرتے ہیں کہ مہر ایک ہزار ہوگا۔ لیکن مجلس عقد میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مہر دو ہزار درہم ہے اگر وہ مجلس میں اس بات کا اظہار نہیں کرتے کہ ایک ہزار محض دکھلاوے کے لیے ہے تو مہر وہی ہوگا جس کا مجلس میں اظہار کیا گیا۔ یعنی دو ہزار کیونکہ مہر وہ ہوتا ہے جو عقد میں مذکور ہو۔ ہاں اگر مجلس میں ایک ہزار دکھلاوے کی وضاحت کر دی تو مہر ایک ہزار ہوگا۔ اگر دکھلاوا جنس مہر میں ہے مثلاً علیحدگی میں ایک ہزار درہم طے کیا لیکن مجلس عقد میں سو دینار ظاہر کیا اگر وہ یہ ذکر نہیں کرتے کہ سو دینار دکھلاوے کے لیے ہے تو مہر وہی ہوگا جو مجلس عقد میں ذکر کیا گیا۔ 96 ایک طرف یہ افراط کہ محض دکھلاوے اور نمائش کی غرض سے کثیر مہر تو دوسری طرف تفریط یہ کہ سوا بتیس روپے مہر کو شرعی مہر قرار دیا جاتا ہے۔ حقیقتاً اس کا شرع سے کوئی تعلق نہیں ڈاکٹر محمد فاروق لکھتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں مہر کے متعلق غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اس کی کوئی شرعی مقدار مقرر ہے درحقیقت ایسی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ یہ مقدار اورنگ زیب عالم گیر کے زمانے میں علماء نے لوگوں کی آسانی کے لیے، بطور تجویز بیان کر دی تھی۔ اس وقت کی وہ رقم جو آج کل کے لاکھوں روپوں کے برابر ہے، اس لیے کہ اس زمانے میں ایک روپے میں چار تولے سونا آتا تھا۔ 97

عوام کے ذہن میں سوا بتیس روپے اٹک گئے حالانکہ اس وقت کے سوا بتیس روپے اور عصر